SHEHRI

شہری

برائے بہتر ماحول

ستمبر تا دسمبر 2000ء

اس میں کوئی شک نہیں کہ شہریوں کا ایک چھوٹا سا گروہ جو شعور رکھتا ہو، وہ یقیناً دنیا کو بدل سکتا ہے۔ مارگریٹ میڈ

اندرونی صفحات پر

- کراچی کو صحتمند شہر بنانے کی کوشش
- تفویض اختیارات کا منصوبہ
- حوصلہ مندی جو تاریخ کا حصہ بن گئی
- محنت کشوں کے بچوں کیلئے نوید

غیر قانونی تعمیرات کو باضابطہ بنانے کے باطل نظریات،

رونالڈ ڈی سوزا

کراچی میں ہر شخص کو غیرقانونی عمارتوں کے مسئلے کے بارے میں علم ہے۔ بہت سے شہری جو ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی میں رہائش پذیر ہیں (اور بہت سے افراد اپنے سابقہ رہائشی علاقوں سے مسائل کے باعث وہاں منتقل ہوگئے ہیں) اندرون شہر کے علاقوں مثلاً گارڈن ایسٹ /ویسٹ، جمشید کوارٹرز، پی ای سی ایچ ایس، شہید ملت روڈ کے دونوں اطراف کے سی ایچ ایس یونین سوسائٹیاں، صدر بازار، پریڈی کوارٹرز، کلفٹن اور کراچی کنٹونمنٹ میں بڑھتے ہوئے دباؤ سے دوچار ہیں۔

اب یہ علت باہر کی طرف پھیل رہی ہے۔ جس سے ناظم آباد، نارتھ ناظم آباد، فیڈرل بی ایریا اور دوسرے مضافاتی علاقے متاثر ہو رہے ہیں۔ شہر بتدریج ایک وسیع کنکریٹ کی گندی و تاریک گلیوں میں تبدیل ہو رہا ہے۔ بجلی، پانی، نکاسی آب اور دیگر ضروری سہولتوں/ڈھانچوں کے نظام شدید دباؤ سے دوچار ہیں۔ جن کے باعث لوڈشیڈنگ، بریک ڈاؤن، کم وولٹیج، سڑکوں اور گلیوں میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر، ابلتے ہوئے گٹر اور شہری سہولتوں میں ٹوٹ پھوٹ کے ایسے ہی ملتے جلتے نشان نظر آتے ہیں جنھیں ہم کراچی میں نہایت خاموشی سے قبول کرتے ہیں۔ زندگی کو اس طریقے پر گزارنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ہم اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کونسا ورثہ چھوڑ رہے ہیں؟

لالچی بلڈرز مافیا اور حکومت میں ان کے سرپرستوں نے باضابطگی و باقاعدگی کے بارے میں لاتعداد مغالطہ آمیز دلائل اور باطل نظریات تخلیق کئے ہیں۔ ان باطل نظریات کو عوامی ہمدردی حاصل کرنے اور عوام کے جذبات سے کھیلنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے اور بدعنوان سیاستدانوں و نوکرشاہی کو ضروری عذر فراہم کیا گیا ہے تاکہ وہ سرکاری حکم جاری نہ کریں۔ دوسرا غیر منطقی اقدام بلڈنگ اور ماحولیاتی قوانین کو نہایت وسیع طریقے پر بلا امتیاز نظرانداز کرنے کے بارے میں ہے۔

ان باطل داستانوں میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

باطل نظریہ نمبر ۱

بلڈنگ اور ٹاؤن پلاننگ کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزیاں بہت معمولی ہیں۔

ایسا ہرگز نہیں ہے: بہت سی غیر قانونی کثیرالمنزلہ عمارات چھ تا آٹھ منزلوں پر مشتمل ہیں۔ یہ تجارتی ہونے کے ساتھ رہائشی فلیٹوں پر مبنی ہیں۔ یہ عمارات رہائشی بنگلوں کے پلاٹوں پر تعمیر ہوئی ہیں جہاں بلڈنگ قواعد اور پلاٹ کی لیز کی شرائط پلاٹ کے تہائی حصے پر گراؤنڈ +ایک منزل کی تعمیر کی اجازت دیتے ہیں۔ اکثر کیسوں میں تعمیراتی رقبہ ایک ہزار فیصد سے بھی زیادہ ہے۔

باطل نظریہ نمبر ۲

سربمہر عمارات شہر کے کاروبار پر تباہ کن اثرات ڈالنے کا باعث بن رہی ہیں۔

یہ درست نہیں ہے: بہت سے غیر قانونی ڈھانچے جن میں ۱۹۹۶ء کی بدنام زمانہ ۲۶۲ سربمہر عمارات بھی شامل ہیں حقیقتاً اب سربمہر نہیں رہی ہیں۔ ان پر بلڈنگ مافیا نے قبضہ کیا۔ انہیں مکمل کیا اور پھر ان میں جعلی کرایہ داروں کو بسا دیا گیا۔ ان کو ضمنی لیز پر دے دیا گیا۔ کیونکہ بلڈرز ان داغدار فلیٹوں اور دکانوں کو فروخت کرنے کے قابل نہیں ہیں اس لئے وہ انہیں باقاعدہ بنانا چاہتے ہیں اور غیر قانونی بلڈرز ہی عام طور پر سب سے زیادہ پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر حقیقی خریداروں نے ابتدائی سرمایہ کاری کی تھی لیکن جب شور و غوغا اٹھا، عدالتوں میں مقدمات دائر ہوئے اور غیر قانونی عمارات کو سربمہر کیا جانے لگا تو انہوں نے مزید ادائیگی روک دی۔ حکومت کو بلڈرز سے ان حقیقی و اصلی خریداروں کو ان کی رقم کی واپسی کو یقینی بنانا چاہیے۔

گلاس ٹاور: غیر قانونی تعمیرات کا انہدام

شہری

جی206 بلاک 2۔ پی ای سی ایچ ایس
کراچی۔ پاکستان
ٹیلی فون/فیکس 92-21-453-0646
E-mail: Shehri@onkhura.com
(Web site) URL:http://www.onkhura.com/shehri

ایڈیٹر : بیناصدیقی
انتظامی کمیٹی:
چیئر پرسن : قاضی فائزعیسیٰ
وائس چیئر پرسن : وکٹوریہ ڈی سوزا
جنرل سیکریٹری : امبر علی بھائی
خزانچی : حنیف۔ اے ستار
ارکان : نوید حسین، خطیب احمد
ایس رضا علی گردیزی
شہری اسٹاف:
کوآرڈی نیٹر : مسز منصور
اسسٹنٹ کوآرڈی نیٹر: محمد ریحان اشرف
شہری ذیلی کمیٹیاں:
آلودگی کے خلاف : نوید حسین
تحفظ ورثہ: دانش آذرزوبی، حمیرا رحمٰن
میڈیا اور بیرونی روابط : حمیرا رحمٰن، حسن جعفری، فرحان انور
قانون: قاضی فائزعیسیٰ، امبر علی بھائی، رولینڈ ڈی سوزا، وکٹوریہ ڈی سوزا، خطیب احمد
پارکس اور تفریح : خطیب احمد
اسلحہ سے پاک معاشرہ : نوید حسین، قاضی فائزعیسیٰ
مالی حصول : تمام ارکان

ذیلی کمیٹیوں کی رکنیت شہری برائے بہتر ماحول کے تمام ارکان کے لئے کھلی ہے۔ اس اشاعت میں شامل مضامین کو شہری کے حوالے کے ساتھ شائع کرنے کی اجازت ہے۔

ایڈیٹر/ادارتی عملہ کا خبرنامہ میں شائع ہونے والے مضامین سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

لے آؤٹ اور ڈیزائن: زیدیولالہ
پروڈکشن انٹر پریس کمیونیکیشن (IPC)
مالی تعاون فریڈرک نومان فاؤنڈیشن
رکن IUCN ورلڈ کنزرویشن یونین

باطل نظریہ نمبر۳

شہری اور این جی اوز عمارات کی تکمیل کے بعد شکار کرتے ہیں۔

یہ غلط ہے: اکثر پڑوسی/مقامی رہائش کنندگان غیر قانونی طور پر بنیادوں کی کھدائی دیکھتے ہی شکایت کرتے ہیں۔ عدالتوں میں بہت سی رٹ پٹیشن ابتدائی مرحلے پر ہی دائر کی گئی تھیں۔ برسوں تک حکام سے مسلسل شکایت کرنے اور عدالت میں مقدمات دائر کرنے کے باوجود بھی کے ڈی اے/کے بی سی اے نے فوری موثر اور مکمل قانونی اقدام نہیں اٹھایا۔ سرکاری افسران نے حقیقتاً ڈھانچے کو مکمل کرنے میں بلڈرز کی مدد کی ہے۔ بہت سے واقعات میں صرف بیرونی دیواروں کو جلد بازی سے مکمل کیا گیا اور بالکونیوں میں لنڈا بازار کے کپڑے ٹانگ دیئے گئے۔ کھارادر سے غریب خاندانوں کو یہ ثابت کرنے کے لئے لاکر بسا دیا گیا کہ عمارت میں لوگ رہائش پذیر ہیں تاکہ قانونی عمل کی راہ میں حائل ہوا جاسکے۔ یہ ڈرامہ کہ ''بیواؤں اور یتیموں نے اپنی عمر بھر کی جمع پونجی اور کمائی کی سرمایہ کاری ہے۔'' ایک کھیل ہے جو ''بلڈرز مافیا'' نے بار بار کھیلا ہے۔

باطل نظریہ نمبر۴

ضلعی رجسٹرار نے رہائش کنندگان کو ضمنی لیز جاری کیں۔

یہ مکمل طور پر بے معنی ہے: یہ بلڈروں کی ایک اور شعبدہ بازی ہے جس میں سندھ بورڈ آف ریونیو کے بدعنوان حکام شامل ہیں ہائیکورٹ نے حال ہی میں دو مواقعوں پر حکم دیا ہے کہ اگر کے بی سی اے سے فروخت کے لئے این او سی اور رہائش کے لئے سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کیا گیا تو ایسی صورت میں فلیٹوں، دکانوں اور دفاتر کے لئے جاری ہونے والی ضمنی لیز کالعدم قرار پائی جائے گی۔ حکومت کو فوری طور پر ایسی ضمنی لیزوں کو جاری ہونے سے روکنا چاہیئے جو عوام کو الجھن و پریشانی میں ڈالتی ہے۔ حکومت کو بنیادی طور پر ایسی خطرناک کثیر المنزلہ عمارات کے لئے کے ای ایس سی۔ کے ڈبلیو ایس بی اور سوئی گیس کمپنی سے فراہم ہونے والی سہولتوں کے امکانات کو بھی ممنوع قرار دینا چاہیئے جنہوں نے کنٹونمنٹ بورڈ/کے بی سی اے سے رہائشی سرٹیفکیٹ حاصل نہ کیا ہو۔ جو اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ عمارات رہائشی استعمال کے لئے محفوظ ہیں۔

> بیرونی دیواروں کو جلد بازی میں مکمل کیا گیا اور بالکونیوں میں لنڈا بازار کے کپڑے ٹانگ دیئے گئے

باطل نظریہ نمبر۵

غیر قانونی تعمیرات کرنے والے بلڈرز غیر اہم ہیں

ایسا قطعی نہیں ہے: غیر قانونی عمارات کی تعمیر اونچا کاروبار ہے۔ سرمایہ کاری و منافع کے لئے یہ ڈرگ ریکٹ کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں۔ شاہراہ فیصل پر ایک سولہ منزلہ غیر قانونی عمارت بلڈرز کنسوشیم کو ۹۳۰ ملین کی ناجائز واپسی کا وعدہ کرتی ہے۔ ٹی وی اسٹیشن کی پشت پر واقع ایک ۸ منزلہ رہائشی و تجارتی منصوبہ حال ہی میں جزوی طور پر گرایا گیا ہے۔ وہ ۷۶ ملین روپے کما کر دیتا ہے۔ بلڈرز کی ایک بڑی تنظیم کے بہت سے ارکان خصوصاً شاہراہ فیصل، آئی آئی چندریگر روڈ اور کلفٹن پر بڑے زور و شور سے غیر قانونی تعمیرات میں ملوث ہیں۔

باطل نظریہ نمبر۶

غیر قانونی ڈھانچوں کے بلڈرز بھاگ چکے ہیں۔

یہ درست نہیں ہے: ان کی شناخت اور ان کے حالیہ پتے اور دیگر معلومات کے بی سی اے کے افسران اور ضلعی انتظامیہ پولیس حتیٰ کہ نام نہاد الاٹیوں کے علم میں ہیں (آخر یہ بلڈرز عمارات کو باضابطہ بنانے کے لئے درخواست دے رہے ہیں) ان مجرموں پر موثر طور پر مقدمہ چلنا چاہیئے اور انہیں حقیقی و اصلی خریداروں کو رقم واپس کرنے کا پابند بنانا چاہیئے۔ مزید برآں پلاٹ پٹے پر دینے والوں کا پلاٹ قانونی طور پر ضبط کر لینا چاہیئے تاکہ جن کے ساتھ فریب کیا گیا ہے انہیں کچھ تو رقم واپس دی جاسکے۔ یہ حیران کن بات ہے کہ کے بی سی اے کی ملی بھگت میں ملوث افسران کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا (جو کہیں بھی فرار نہیں ہوئے ہیں) حکومت کی بے حسی کی یہ توضیح ہے۔

باطل نظریہ نمبر۷

غیر قانونی عمارات شہریوں کے پیسے سے تعمیر ہوئی ہیں۔

یہ مکمل طور پر درست نہیں ہے: اکثر غیر قانونی تعمیراتی منصوبوں کو سرمایہ کاروں کے ایک گروپ نے منظم کیا ہے جو پلاٹ کی خریداری اور ابتدائی سرمایہ فراہم کرتا ہے۔ منصوبے کے افتتاح کے بعد خریدار ابتدائی طور پر نقد رقم ادا کرتے ہیں اور بقیہ رقم اقساط میں ۳ سے ۵ سال کے عرصے میں ادا کی جاتی ہیں۔ جب ۹۵-۱۹۹۶ء میں شور مچا اور سینکڑوں عمارتیں سربمہر کی گئیں یا عدالتی مقدمات میں چیلنج کی گئیں تو خریداروں نے

عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ادائیگی روک دی۔ بلڈرز اور سرمایہ کاروں کے کنسورشیم نے تالہ بندی کی خلاف ورزی کی اور نتیجے میں غیر قانونی ڈھانچے کی تکمیل کے لئے ادائیگی پر مجبور ہوئے تاکہ جعلی قابضین کو وہاں رکھ کر عمارت کو گرائے جانے سے محفوظ رکھا جاسکے۔ اب بلڈرز کو غیر قانونی کاموں کو باقاعدہ و باضابطہ بنانے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی عمارتوں کو فروخت کرسکیں اور اپنی رقم وصول کرسکیں۔

باطل نظریہ نمبر ۸

موجودہ بلڈنگ قواعد/ضمنی قوانین متروک اور ناقابل عمل ہیں۔

مضحکہ خیز اور احمقانہ ہے: یہ بالکل اسی طرح سے ہے جس طرح ٹریفک کی خلاف ورزی کرنے والے عادی افراد ٹریفک کے قوانین کو متروک اور ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔ وہ کسی بھی قاعدے قانون کو ماننا نہیں چاہتے۔ ہمارے اکثر قوانین، قواعد و ضوابط قیام پاکستان سے پہلے کے ہیں۔ لیکن وہ متروک ہوں یا نہ ہوں اب بھی نافذ ہیں بلڈنگ قواعد و ضوابط کو بہتر بنایا گیا ہے لیکن وہ بھی موجودہ غیر قانونی عمارات کو قانونی نہیں بنا سکتے۔ ضروری بنیادی ڈھانچے (پارکنگ، اسکول، کھیل کے میدان، پولیس اسٹیشن، سڑکیں، پارک، کوڑا کرکٹ اکٹھا کرنا وغیرہ) اور ضروری سہولتیں (بجلی، پانی، سیوریج وغیرہ) اندرون شہر دستیاب ہی نہیں ہیں اور نئے کثیر المنزلہ فلیٹوں، دفاتر کے فلیٹوں، دفاتر اور خریداری کے مراکز کی تعمیر سے رہائشی علاقوں کو غیر قانونی طور پر گنجان آباد کرکے وہاں کی موجودہ آبادی کی زندگیوں کو گھٹیا و خراب اور بیزار کن بنا دیا گیا ہے۔ اصل علاقے کی

> **ماضی میں قانونی خلاف ورزی میں نہایت ڈھٹائی سے بے قاعدگیاں کی گئیں**

ترقیاتی اسکیمیں (جیسے صدر بازار کوارٹر، گارڈن ایسٹ، پی ای سی ایچ ایس وغیرہ) ایک مخصوص تعداد میں رہائش پذیر افراد کی ضروریات کو پورا کرتی تھیں اضافی غیر قانونی و ناجائز رہائش اختیار کرنے والوں اور تجارتی سرگرمیوں کو اسی علاقے میں تمام لوگوں کے معیار میں شدید کمی کئے بغیر سکونت فراہم نہیں کی جاسکتی۔ وسیع و بڑے شہری منصوبے پر عملدرآمد شہری ڈھانچے اور سہولتوں میں اضافہ کئے بغیر زمین کے استعمال کی تبدیلی، پلاٹ، تناسب اور گنجان پن میں اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔

باطل نظریہ نمبر ۹

تمام تعمیراتی خلاف ورزیوں کو باقاعدہ بنانا۔ ان کے سوا جنہیں قاعدہ ۱۶(۲) (c) کے تحت موجود تعمیراتی قوانین کے تحت اجازت دی گئی۔

غلط: سندھ بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس ۱۹۷۹ء (SBC) میں اس کے قواعد وضوابط کی خلاف ورزیوں کو باقاعدہ بنانے کا کوئی اہتمام نہیں ہے۔ حقیقت میں تو ایس بی سی او کا سیکشن (۱۶)۶ منظور شدہ پلان سے انحراف کی خصوصی ممانعت کرتا ہے۔ سیکشن ۱۹(ا۔اے) کے مطابق قواعد کی خلاف ورزی میں تعمیراتی کام سے متعلق کوئی قانون شکنی معاف نہیں ہوگی۔ باقاعدہ قانون بنانا محض معافی تلافی ہے کہ کچھ تعمیر کرنے کے لئے پہلے سے اجازت نہیں لی گئی جو حقیقتاً اور جبلی طور پر قانونی ہے۔ کراچی بلڈنگ اور شہری منصوبہ بندی قواعد کا قاعدہ ۱۶(۲) (c) خلاف ورزیوں کی معافی سے متعلق ہے۔ قاعدہ جو باقاعدہ و قانونی بنانے سے متعلق ہے۔ وہ قاعدہ ۲۴ (اس کے ساتھ فارم ۷ ہے جو کے بی ٹی پی آر کی جلد نمبر ایک صفحہ نمبر ۱۳۶ پر ہے) اور قاعدہ نمبر ۲۵ ہے۔ یہ دونوں قواعد کی خلاف ورزی یا بلڈنگ یا زوننگ قواعد کی خلاف ورزیوں یا پابندیوں یا لیز کے معاہدے کے خلاف تعمیر ہونے والی ایک عمارت کی اجازت کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔

اعلیٰ عدالتوں نے اس نظریئے کو قائم رکھا ہے اور کئی فیصلوں میں بدعنوان سیاستدانوں اور نوکر شاہی کے قانون کی غلط تشریح و تعریف اور غلط استعمال کے رجحان کو افسوسناک قرار دیا۔

سپریم کورٹ نے وضاحت کی ''سندھ

غیر قانونی تعمیر کا منافع

کراچی ٹیلی ویژن کے پیچھے کے سی ایچ ایس یونین کے علاقے میں ۱۱۰۰ مربع گز کے بنگلے کے پلاٹ پر ایک نو منزلہ بلند و بالا غیر قانونی عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ جس میں تہہ خانہ + گراؤنڈ + ۷ منزلیں ہیں۔ جہاں دوکانیں دفاتر اور رہائشی فلیٹس ہوں گے۔ عمارات کا کورڈ ایریا ۸۰ ہزار مربع فٹ ہے۔

بلڈرز نے قانون کی مکمل توہین کرتے ہوئے قطعی طور پر کے ڈی اے / کے بی سی اے سے اجازت لینا ضرور نہیں سمجھا۔ بنگلے کے اس پلاٹ پر گراؤنڈ + ایک منزل کی تعمیر کی اجازت تھی۔ پلاٹ کے ایک تہائی پر کل تعمیراتی رقبہ ۶۶۳۰ مربع فٹ ہوسکتا تھا۔ عمارت کے استحکام / بلند و بالا عمارت کے زلزلے سے محفوظ رہنے کی صلاحیت کے بارے میں کے بی سی اے کے تحفظ و سلامتی کے انتدابی عمل کو ختم کردیا گیا۔

اخراجات کا اندازہ

اخراجات		فروخت سے ہونے والی آمدنی	
پلاٹ / زمین	۱۵ ملین روپے	۴۲ فلیٹ ـ ۲ ملین فی فلیٹ	۸۴ ملین روپے
تعمیر	۲۸ ملین روپے	دکانیں	۲۰ ملین روپے
متفرقات	۵ ملین روپے	دفاتر	۲۰ ملین روپے
کل اخراجات	۴۸ ملین روپے	کل آمدنی	۱۲۴ ملین روپے
		منافع	۷۶ ملین روپے

آباد نے غیر قانونی عمارت کو باضابطہ بنانے کا جرمانہ ۱۰ ملین روپے فی عمارت تجویز کیا ہے اس کے بعد بھی بلڈر کو ۶۶ ملین روپے کا فائدہ ہوگا جس پر وہ کوئی ٹیکس بھی ادا نہیں کرے گا تعمیراتی ماحول کو تباہ و برباد کرنے کی قیمت کراچی کے شہریوں کو چکانی پڑے گی۔ جبکہ وہ اس سارے کھیل میں شامل بھی نہیں ہوئے تھے۔

بلڈنگ کنٹرول آرڈی نینس کی دفعہ ۱۹ کے تحت ایک مجرمانہ ذمہ داری اور کراچی بلڈنگ وشہری منصوبہ بندی کے درمیان ایک واضح و نمایاں فرق ہے۔ قواعد بے قاعدگیوں کو درست بنانے کے لئے ہیں۔

کے ڈی اے/کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی مجرمانہ ذمہ داریوں کو شاید معاف کرسکتی ہے۔ لیکن وہ قواعد کی کسی خلاف ورزی کو باقاعدہ نہیں بناسکتی۔ (زور دیتے ہوئے) عدالت یہ بھی اصرار کرتی ہے کہ (کے ڈی اے/کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی حقیقت اور قانون میں سمجھ بوجھ نہیں رکھتی''۔

ماضی میں اکثر بے قاعدگیاں نہایت ڈھٹائی سے قانون کی خلاف ورزی میں کی گئی تھیں اب بلڈرز مافیا ان پرانی غیر قانونی بے قاعدگیوں کو نئی غیر قانونی بے قاعدگیوں کے لئے بطور نظیر غلط استعمال کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ بدقسمتی سے دو غلط کام مل کر ایک درست کام نہیں ہوتا۔

باطل نظریہ نمبر۱۰

تعزیری باقاعدگیاں، جرمانے مستقبل میں غیرقانونی تعمیرات کو موثر طور پر حوصلہ شکنی کریں گے۔

مضحکہ خیز۔ : قانون کے نفاذ کیلئے صرف ایک سیاسی وانتظامی عزم وارادہ ہی قانون کی خلاف ورزی کی حوصلہ شکنی کرسکتا ہے۔ صرف ڈیفنس ہاؤسنگ کے علاقے کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ جہاں بے ہودہ غیر قانونی ڈھانچوں کی مکمل غیر موجودگی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ کسی بھی صورت میں جرمانے بلڈرز کی جیب سے باہر نہیں آئیں گے بلکہ یہ بھی خریداروں سے وصول ہوں گے۔ وہی یتیم اور بیوائیں جن کے مفادات کی نگرانی کے لئے حکومت حد درجہ بے چین ہے، بلڈرز کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ آخر میں یہ ہی بات طے ہوئی کہ جرم ادائیگی کرتا ہے اور یہ کہ ہر قیمت پر مجرموں کا تحفظ کیا جاتا ہے اور یہ کہ آج جو غیر قانونی ہے وہ کل قانونی ہو جاتا ہے۔ بس صرف ایک مختصر سی فیس اور مناسب رابطوں کی بات ہے۔

لیکن بلاشک وشبہ بدعنوان سرکاری حکام ذاتی فائدے میں رہیں گے۔ وہ دوسری طرف دیکھنے کے لئے پیسہ بناتے ہیں اور غیرقانونی تعمیر جاری وساری رہتی ہے۔ اب وہ باضابطہ بنانے کے عمل میں روپیہ بنائیں گے۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ ان کے زیر پرست منصوبے زمین بوس نہ ہوں۔

باطل نظریہ نمبر۱۱

"باضابطہ" بنانے سے حاصل ہونے والی رقم شہر کے ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوگی۔

نہیں۔ حکومت یہ نہیں چاہے گی: کے ڈی اے/کے بی سی اے کے پاس حد سے بڑھی ہوئی نوکر شاہی کو تنخواہ ادا کرنے کے لئے بھی رقم نہیں ہے جو اس نے سیاسی اقربا پروری کی بدولت برسوں میں حاصل کی ہے۔ کے ڈی اے میں تقریباً ۷۵۰۰ افراد ملازم ہیں۔ جبکہ وہ تقریباً دو ہزار ملازمین سے بخوبی کام چلاسکتا ہے۔

کے بی سی اے میں ۹۵۰ لوگ کام کرتے ہیں جبکہ وہاں صرف ۳۰۰ افراد ہی کافی ہوں گے۔ گزشتہ پندرہ برسوں کے دوران کے ڈی اے/کے بی سی اے نے ''باضابطگی'' یا ''اصلاح و بہبود'' یا ''اضافی منزلوں'' یا ''کمرشلائزیشن چارجز'' کے نام پر کروڑوں روپے جمع کئے جو تنخواہوں اور دیگر غیر ترقیاتی اخراجات پر ہی ختم ہوگئے۔ اگرچہ کہ کے ڈی اے آرڈر ۱۹۵۷ء نے حکم دیا تھا کہ ترقیاتی چارجز کا صرف پندرہ فیصد (اور باضابطگی کے چارجز بھی ترقیاتی چارجز کی ہی ایک شکل ہیں جنہیں بہت زیادہ لادے ہوئے شہری ڈھانچے/سہولتوں کے نظام کو تقویت دینے کے لئے استعمال کیا جانا چاہئے) متفرق کاموں اور تنخواہوں پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔ حکومت نے اس ضرورت کی خلاف ورزی بلاخوف وخطر کی ہے۔ یہ بات بھی ہے کہ باضابطگی کے عمل سے ہونے والی آمدنی کو کسی بھی دوسرے قسم کے ترقیاتی کام پر خرچ نہیں کیا جاسکتا۔

باطل نظریہ نمبر۱۲

اگر آخری تاریخ طے کردی جائے تو اس کے بعد بلڈرز غیرقانونی تعمیر نہیں کریں گے۔

کیا کوئی اس پر یقین کرسکتا ہے؟

بلڈرز باقاعدگی سے ایک آخری حتمی تاریخ کے لئے اپیل کرتے رہتے ہیں۔ لیکن اس آخری تاریخ سے پہلے خلاف قانون تعمیرات کرنے سے انہیں کیا چیز روکتی ہے؟ اگر حکومت آج تعمیراتی قوانین نافذ نہیں کرسکتی تو وہ مقررہ آخری حتمی تاریخ کے بعد بھی انہیں کس طرح نافذ کرے گی۔ ایس بی سی او ۱۹۷۹ء میں ترمیم کے ذریعے ۱۹۹۴ء میں ایک آخری تاریخ کی تجویز پیش کی گئی تھی جس سے تمام خلاف ورزیوں کو معافی مل گئی لیکن غیرقانونی تعمیرات نہیں رکیں اور وہ آج بھی زور وشور سے جاری ہیں۔

باطل نظریہ نمبر۱۳

پاکستان میں معافی کی کئی اسکیموں کی اجازت دی گئی، عمارات کی باضابطگی ان سے کسی طرح بھی مختلف نہیں ہے۔

یہ درست نہیں ہے: کالے کو سفید بنانے اور معافی کی دیگر اسکیموں میں ٹیکس، کالا دھن، غیر قانونی اسلحہ، اسمگلنگ، عبوری تقرریاں وغیرہ شامل تھے۔ قانون کی عزت و احترام کو فروغ دینے کے سلسلے میں یہ ناپسندیدہ اور مضررساں تھیں۔ یہ نہ صرف جوابی پیداواری ہے بلکہ یہ تعمیر آبادی کیلئے براہ راست خطرہ ہے اور ان کے پرامن زندگی کے اس بنیادی حقوق کی مستقل خلاف ورزی ہے جس کی ضمانت آئین نے دی ہے۔ ایسی اسکیمیں ایک سادہ سی وجہ کے لئے بھی کامیاب ثابت نہیں ہوئیں کہ وہ زیادہ ڈھٹائی

کے ساتھ قانون کی خلاف ورزی پر لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ سندھ ہائیکورٹ کے الفاظ ہیں کہ ''قواعد سے انحراف کرتے ہوئے پریمیم کی اجازت دینا غلط ہوگا۔ پھر جو قوانین کے ماننے کا فیصلہ کرے گا وہ پریشان ہوگا اور قوانین کے نہ ماننے والوں کے مقابلے میں نقصان میں رہے گا۔'' غیرقانونی اور امکانی خطرناک ڈھانچے جنہیں باضابطہ بنایا گیا ہے وہ تعمیر شدہ ماحول بن جائیں گے اور ایک ''بلائے ناگہانی'' برپا ہونے کی دیر ہوگی۔

گزشتہ تین برسوں کے دوران ہائیکورٹ نے تقریباً سو تعمیراتی ڈھانچوں کے متعلق مقدمات اور پٹیشنوں سے نمٹتے ہوئے کئی فیصلے صادر کئے اور کے ڈی اے/کے بی سی اے کو قانونی قدم اٹھانے کی ہدایت کی جن میں غیرقانونی قابضین کو نکالنے اور غیرقانونی عمارات کا انہدام شامل تھے۔ بلڈرز اور قابضین کو نوٹس جاری کرنے کے سوا اتھارٹی نے قانون یا عدالتی حکم کے نفاذ کے لئے حقیقتاً کچھ بھی نہیں کیا۔

اس کے بجائے مافیا ایک ''عملی'' ''مترحمانہ'' اور ''مفاہمتی'' حل یعنی غیرقانونی عمارات کو باضابطہ بنانے کی تجویز پیش کر رہا ہے۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ عمل اسی بدعنوانی اور بدنیتی کا بڑا نمونہ ہے جس نے اس قوم کو گزشتہ ۵۳ برسوں کے دوران اپنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیا ہے۔ نہ ہی یہ بات اہمیت کی حامل محسوس ہوتی ہے کہ خطرناک عمارات کراچی میں آنے والے اگلے زلزلے میں زمین بوس ہوسکتی ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ ہم ترکی میں اگست ۱۹۹۹ء میں پیش آنے والے سانحے کو بھول گئے۔ جب ۱۰۰ ناقص تعمیر شدہ غیرقانونی اور بے ضابطہ عمارتیں زمین بوس ہوگئی تیں اور ۲۰ ہزار افراد لقمہ اجل ہوئے تھے۔ ۶۰ لاکھ افراد بے گھر ہوئے تھے وہاں بھی لالچی بلڈرز اور بلدیاتی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹیوں میں ان کے شریک ساتھی مورد الزام ٹھہرے تھے۔ حالیہ حکومت میں کوئی کس طرح ان ہزارہا زندگیوں کی ذاتی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے جو زلزلے کی تباہی میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی۔ کیونکہ اس میں کراچی میں باضابطہ ہونے والی غیرقانونی عمارات کی تباہی و بربادی شامل ہوگی۔ یہ اچھا نہ ہوگا کہ غیرقانونی عمارات زمین بوس ہو جائیں، لیکن سرکاری اراکین اس حقیقت کی وضاحت کیسے کریں گے کہ زمین بوس ہونے والی غیرقانونی عمارات کو انہوں نے باضابطہ بنایا تھا۔

اکتوبر ۱۹۹۹ء میں کے ڈی اے کی گورننگ باڈی نے دوراندیشی کا مظاہرہ کیا اور کے بی سی اے کا ایک نوٹس اخبارات میں شائع کرایا جس میں عوام کو مطلع کیا گیا تھا کہ کراچی میں مختلف غیرقانونی عمارات عدالت کے فیصلے کی آڑ میں تعمیر ہورہی ہیں اور یہ کہ قانون ایسی غیرقانونی اور خطرناک عمارات کو باضابطہ بنانے کی اجازت نہیں دیتا۔ کے ڈی اے/کے بی سی اے درست طریقے پر وضاحت کرتے رہے کہ ''معافی صرف اسی وقت ممکن ہے جب منظور شدہ منصوبے سے انحراف تعمیراتی قواعد وضوابط کے اندر ہی ہو''۔

اس اخبار میں ۲۱ اگست ۲۰۰۰ء کو شائع ہونے والے اداریئے بعنوان ''ایک عجیب وغریب تجویز'' میں ان مشکلات کا مختصر وجامع خاکہ پیش کیا تھا جو تجاوزات کو باضابطہ بنانے کی ملتی جلتی ایک پالیسی میں پختگی کے ساتھ پیش کی گئی تھیں۔ خلاف ورزیاں ایک عوامی تکلیف اور شہریوں کے بنیادی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کے مترادف ہیں۔ وہ شہری بنیادی ڈھانچے پر ضرورت سے زیادہ دباؤ میں

ماضی میں اکثر بے قاعدگیاں

نہایت ڈھٹائی سے قانون کی خلاف ورزی میں کی گئی تھیں

اب بلڈرز مافیا ان پرانی غیرقانونی بے قاعدگیوں کو نئی

غیرقانونی بے قاعدگیوں کے لئے بطور نظیر غلط استعمال

کرنے کی کوشش کر رہا ہے

مقدمہ بازی اسے گوناگوں بنائے گی۔ دوسری تجاوزات کو ایک سبز جھنڈی دکھائے گی۔ فنڈز اکٹھا کرنے کے لئے مختلف راہیں تلاش کرنی ہوں گی جن میں اضافی افراد کی چھانٹی بھی شامل ہے۔

پھر سربمہر اور غیرقانونی عمارات کے دائمی مسئلہ کے بارے میں کیا کہا جائے؟ شہری گروپوں نے حکومت کو مندرجہ اقدامات کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

۱ غیرقانونی تعمیراتی سرگرمیوں کو فوری طور پر روکا جائے۔ قانون نافذ کیا جائے۔

۲ بلڈرز پر مقدمہ چلایا جائے اور ان کے ہاتھوں فراڈ کا نشانہ بننے والے افراد کو رقوم کی واپسی کرائی جائے۔

۳ چشم پوشی کرنے والے سرکاری اور کے بی سی اے کے حکام کو سزا دی جائے۔

۴ کالعدم ضمنی لیز کے اجراء اور کے ای ایس سی/ایس ایس جی سی ایل/کے ڈبلیو ایس بی کی سہولتوں کو اس وقت تک روکا جائے جب تک کنٹونمنٹ بورڈ/کے بی سی اے سے رہائشی سرٹیفکیٹ نہ حاصل کرلیا جائے۔

۵ ایک ابلاغی مہم مسلسل طور پر چلائی جائے جس میں عوام کو مشورہ دیا جائے کہ وہ کے بی سی اے کنٹونمنٹ بورڈز سے پہلے تحریری کلیئرنس حاصل کئے بغیر عمارات میں سرمایہ کاری ہرگز نہ کریں۔

۶ سندھ ہائیکورٹ کے حکم کے مطابق غیرقانونی عمارات کو زمین بوس کیا جائے اور پلاٹ لیز ضبط کی جائے۔

۷ جو غیرقانونی عمارات مکمل ہوگئی ہیں اور جن کے بارے میں عدالت نے کوئی حکم نہیں دیا ہے ان کے بارے میں قانونی کارروائی موخر کی جائے (یا فی الحال انہیں نظرانداز کیا جائے) باضابطہ بنانے کی کارروائی نہیں کی جائے۔

۸ بلڈنگ کنٹرول اتھارٹیوں کے قانونی کاموں میں سیاسی و نوکرشاہی کی مداخلت کو ختم کیا جائے۔

۹ شہر کے لئے ایک مناسب ماسٹر پلان تیار اور نافذ کیا جائے جو مضافاتی علاقوں میں بہتر رہائشی، بنیادی ڈھانچے اور ٹرانسپورٹ مہیا کرے گا اور ان علاقوں میں شہریوں کی زندگی کے تحفظ کو قائم کرے گا۔

(رونالڈ ڈی سوزا ایک پیشہ ور انجینئر اور شہری سی پی ای کے ایگزیکٹو رکن ہیں)

ضلع کونسل کا خاکہ صفحہ ۲۲ پر ملاحظہ فرمائیں

کراچی کو صحتمند شہر بنانے کی ایک کوشش

۱۹۹۹ءکے آخری دن تھے جب میں نے منصوبے کی تجاویز کی پہلی دستاویز دنیا بھر میں عوام، دانشور و رہنمائوں کوی بھیجی تھی۔ مجھے ملاجلا ردعمل موصول ہوا تھا۔ یقینی طورپر کراچی اور پاکستان کے مستقبل کی جانب تعریض و بے حسی موجود تھی، لیکن تنظیموں نے اپنی دلچسپی اور جوش و خروش کا اظہار بھی کیا۔ یہ مضمون مقاصد اور تحقیق کے عمل کو بیان کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ خصوصی سرگرمیوں کے نتیجے کو اجاگر کرتا ہے۔ مثلا کراچی میں سہ ماہی تحقیق کے پہلے مرحلے کے دوران منظم کئے جانے والے فوکس گروپ بحث و مباحثے اور انفرادی انٹرویو وغیرہ۔

منصوبے کے مقاصد

آٹھویں پنجسالہ منصوبے اور پاکستان قومی تحفظ حکمت عملی نے پاکستان میں تیزی سے شہرآباد ہونے کے اس حالیہ دور کو تسلیم کیا ہے اور موثر طور پر سفارش کی ہے کہ شہروں کو اپنے باسیوں کو ضروری سہولتیں مہیا کرنے کے لئے اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ تفویض اختیارات کے نئے منصوبے میں بھی پاکستان میں شہری علاقوں میں اضافے کا ادراک کیا گیا ہے۔ حکومت کی پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے اور شہر کے بارے میں شہری معاشرے کے خدشات وتشویش کے حوالے کے ساتھ منصوبے میں مندرجہ اہم مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔

- شہر میں حاکمیت کی شراکتی صورت کو فروغ دینے کے طریقوں کو تلاش کرنا۔
- حکومت اور شہری معاشرے کے درمیان تعاون کی سطح کا تعین کرنا۔
- صحتمند شہر کی حیثیت کے حصول کی جانب اکٹھا کام کرنے کے لئے مقامی حکومتوں اور رہائش پذیر افراد میں تحریک پیدا کرنا۔

عمل

صحتمند شہر کراچی منصوبہ صحت کی عالمی تنظیم (WHO) کے شائع کردہ ان رہنما خطوط پر عمل کرتا ہے جو ایک صحتمند شہری منصوبے کی تخلیق کے عمل میں سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ یہ پورے عمل کو تین نمایاں درجوں میں تقسیم کرتا ہے۔

صحتمند شہر کراچی پراجیکٹ کی ٹیم: محمد طارق خان، تانیا آنند، مہرین وادی والا اور فرحان انور

آغاز کیجئے۔

- صحت کے بارے میں آگہی میں اضافہ کریں۔
- حکمت عملی سے بھرپور منصوبہ بندی کی وکالت کریں۔
- انتظامی علاقوں کے درمیان اعمال کو متحرک کریں۔
- برادری کی شرکت کی حوصلہ افزائی کریں۔
- جدت طرازی کو فروغ دیں۔
- صحت مند عوامی پالیسی حاصل کریں۔

منظم ہو جانیے

- سہارا و مدد دینے والے گروہ کی تعمیر کیجئے۔
- خیالات کو سمجھئے۔
- شہر کو اچھی طرح جانیئے۔
- رقوم حاصل کیجئے۔
- تنظیم کا فیصلہ کریں۔
- سفارشات مرتب کیجئے۔
- منظوری حاصل کیجئے۔

اس منصوبے کی رپورٹ کی بنیاد ان سرگرمیوں پر ہے جو کراچی میں صحتمند شہر پروگرام کی تخلیق کے پہلے مرحلے کے حصول پر مرتکز تھیں۔ ان میں مندرجہ سرگرمیاں شامل ہیں۔

پس منظر کا جائزہ

- خیالات و مسائل سے افہام وتفہیم۔
- شراکت دار/میزبان تنظیم کی تلاش۔
- فوکس گروپ کے تحت بحث ومباحثے۔
- انفرادی وگروہی انٹرویو۔
- شہر میں تبدیلی کے عمل کو سہولت فراہم کرنے کے لئے تحقیق کانفرنس۔
- قدر و قیمت کا اندازہ و تجزیہ۔

پروجیکٹ ٹیم

صدر تفتیش: محمد طارق خان۔ ایم ای ایس۔ امیدوار۔ کلیہ مطالعہ ماحولیات۔ جامعہ یارک

مشیران منصوبہ: ڈیوڈ مورلے۔ سپروائزر۔ صحت مند شہری منصوبہ۔ پروفیسر کلیہ مطالعہ ماحولیات۔ جامعہ یارک۔

ٹریور ہینکلوک۔ سپروائزر۔ صحت مند شہری منصوبہ۔ پروفیسر کلیہ مطالعہ ماحولیات۔ جامعہ یارک۔

مقامی ریسورس پرسن: فرحان انور۔ ایگزیکٹو رکن شہری۔ سی بی ای

رضاکار: مہرین واڈی والا۔ سیکنڈ ایئر انڈر گریجویٹ۔ جامعہ یارک

تانیہ: آنند۔ تھرڈ ایئر۔ انڈر گریجویٹ۔ جامعہ یارک

- حتمی رپورٹ/مزید عملی کاوشوں کے لئے تجویز۔

اس پورے عمل کی بنیاد شراکتی عملی تحقیق کے اصول پر تھی۔ جس نے اسٹیک ہولڈروں کو تبدیلی کے عمل کی رہنمائی کے لئے اختیارات مہیا کئے۔

شراکت دار

کراچی میں ایک شراکتی تنظیم کو تلاش کرنے کا عمل ایک بہت بڑا چیلنج تھا اگرچہ کہ اچھی سہولتوں اور معاون عملے کی حامل بہت سی تنظیمیں موجود تھیں لیکن اکثریت طویل المدتی دوربین فراست سے عاری تھیں۔ میں نے عمل کی سربراہی کرنا ضروری سمجھا۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ یہ بہت زیادہ اہم ہے کہ میں جس تنظیم کے ساتھ شراکت کروں اسے منصوبے کی پالیسی پہلو اور تعلیمی وکالت میں دلچسپی ہونی چاہئے۔ ان اصولوں کی بنیاد پر دو تنظیموں آغا خان یونیورسٹی کراچی کے شعبہ کمیونٹی ہیلتھ سائنسز اور ایک مقامی این جی او شہری نے منصوبے میں دلچسپی کا اظہار کیا۔ ابتدائی مرحلے پر میں آغا خان یونیورسٹی کے ساتھ کام کرنے کے حق میں نہیں تھا۔ لیکن بعد میں شہری سی بی ای کے ساتھ کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ شہری کے ساتھ کام کرنے کی بنیادی وجہ شہری ترقیاتی مسائل کی جانب اس کی تائیدی رسائی تھی۔

آغا خان یونیورسٹی پراجیکٹ میں اپنے صحت کے شہری پروگرام کی وجہ سے دلچسپی رکھتی تھی جس کے لئے عالمی ادارہ صحت (WHO) اور کوبے۔ جاپان فنڈز مہیا کرتے ہیں۔ منصوبے میں سماجی ماحول اور گھریلو تشدد پر اعداد وشمار اکٹھا کرنے پر توجہ مرکوز کی گئی۔ بدقسمتی سے یونیورسٹی کے ڈھانچے اور صدر تفتیش کی عدم دستیابی کے باعث میں اعدادوشمار تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

دوسری جانب شہری سی بی ای جو کہ کراچی کی ایک مقامی این جی او ہے اس نے صحتمند شہر کراچی تحقیقی منصوبے میں بہت زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا۔ اپنی محدود فنڈنگ اور جگہ کے باوجود انہوں نے مجھے اور میرے دو رضاکاروں کی میزبانی میں حد درجہ اشتیاق ظاہر کیا۔ شہری کراچی میں ایک بہت زیادہ باعزت این جی او ہے۔ اس نے سرکاری اداروں اور شہری معاشرے کی دیگر تنظیموں کے ساتھ رابطہ قائم کرنے میں میری مدد کی۔

زیادہ امکان یہ ہے کہ شہری منصوبے کو جاری رکھے گا اور کینیڈا کی بین الاقوامی ترقیاتی ایجنسی کی مدد سے سرکاری شراکت قائم کرنے کے لئے ماحولیاتی مطالعے کے شعبے تک رسائی حاصل کرے گا۔ شہری سی بی ای کے ایگزیکٹو رکن جناب فرحان انور نے ریسورس پرسن کی حیثیت سے میرے ساتھ کام کیا ہے۔

منصوبے کی سرگرمیاں:

فوکس گروپ بحث و مباحثہ

سہ ماہی تحقیق کے دوران میں نے میزبان تنظیم اور رضاکاروں کی مدد سے آٹھ فوکس گروپوں کے اجلاس منعقد کئے۔ اکثر اجلاسوں میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ میڈیا اور مقامی تنظیموں (CBOs) کے ساتھ ہونے والا واحد اجلاس تھا جس میں شرکاء کی تعداد کم تھی۔ فوکس گروپ اجلاس عملی تحقیق طریقہ کار کا دائمی حصہ ہیں۔ کیونکہ یہ اسٹیک ہولڈروں کو محفوظ ماحول میں کسی خوف و دباؤ کے بغیر مسائل پر بحث و مباحثہ کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ کراچی میں تحقیق کے پہلے مرحلے کے دوران منعقد ہونے فوکس گروپ بحث ومباحثے کے تمام اجلاسوں کے بارے میں مختصراً بتاؤں گا۔ یہ اجلاس ڈیڑھ سے تین گھنٹے دورانیے کے تھے۔ منصوبے کے پہلے مرحلے میں فوکس گروپوں کا اہتمام خواتین کے گروپوں اور نوجوانوں کے ساتھ کیا گیا۔

پہلے مرحلے کا جائزہ

فوکس گروپ کے قیام کے پہلے مرحلے نے اگلے عمل کے لئے بنیاد قائم کی تھی۔ پہلے مرحلے کے اختتام پر ایک جامع جائزہ لیا گیا۔ جس میں شہری نمائندے، منصوبے کے رضاکار اور میں بذات خود شامل تھے تاکہ عمل کو سمجھ سکیں اور صورتحال کا تجزیہ کرسکیں مثلاً بچوں کے فوکس گروپ کے درمیان تفاوت بہت واضح تھا۔ ایک گروہ غربت کے بارے میں بات کرتا تھا تو دوسرا غربت کی خرابیوں و برائیوں کو محسوس کررہا تھا۔ پرائیویٹ اسکولوں میں زیرتعلیم بچے مغربی طرز کی تفریح میں دلچسپی رکھتے تھے اور دوسرے بچوں کے لئے ساحل سمندر پر جانا ہی سال کا سب سے اہم و بڑا دن تھا۔ جائزے نے بحث میں

کراچی کے اثاثے

- زندہ دلی
- مددگار لوگ
- غذا
- کثیر الثقافت
- جوش وجوش
- سماجی بین العمل
- جدیدیت
- خواتین کے لئے کام کرنے کے مواقع
- ریستوران
- لوگوں کا عزم واستقلال
- مالی مواقع
- تاریخی ڈھانچے
- رابطے کے نظام (نیٹ ورکنگ) کے مواقع
- جوش وجذبہ جس نے ہمیں زندہ رکھا ہوا ہے
- امید

ہمارا شہر

(نوجوان اور کراچی پر فوکس گروپ کے شرکاء)

باقی صفحہ ۱۸ پر

تفویض اختیارات کا منصوبہ اور تحفظ ماحول

تفویض اختیارات کے منصوبے کے بارے میں معاشرے کے مختلف شعبوں کی جانب سے قومی تعمیرنو بیورو کو آراء مل رہی ہیں۔ عالمی تحفظ ماحول یونین (IUCN) پاکستان نے ایک پیپر تیار کیا ہے جس میں مقامی حاکمیت اور تحفظ کے درمیان ایک رابطہ تجویز کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ مقصد کس طرح حاصل کیا جائے۔ اس پیپر کا خلاصہ حاضر خدمت ہے۔

لوگوں کے مفادات کی نمائندگی ان کی قریب تر سطح پر کرنے اور مسائل کی سطح تک حل کرنے کے عمل میں قومی حکومت کا ارتقاء ایک نازک قدم ہے۔ غیر مرکزیت لانے والا کوئی بھی قدم پاکستان کے قابل اجراء قدرتی ذرائع کے ناپائیدار استعمال کے مسئلے کو حل کرنے اور غربت کے خاتمے اور ملک کے اکثریتی شہریوں کے معیار زندگی کو بہتر بنانے میں ان کے پائیدار استعمال کو یقینی بنانے کی عظیم صلاحیت رکھتا ہے۔

اس وقت قومی تعمیرنو بیورو کی جانب سے پیش ہونے والے ضلعی حکومت کے منصوبے پر ہونے والی بحث بنیادی طور پر مجوزہ ڈسٹرکٹ نچلے پر مرکوز ہے کہ مقامی حکومت کی سطح پر صف ... ہونے والے انسانی ذرائع کے نظام مراتب کو کس طرح منظم و مربوط کیا جائے۔ یہ مضمون بحث میں ایک اہم سوچ مسئلے کو متعارف کرانا چاہتا ہے کہ مقامی حکومت کیا کرسکتی ہے اور پاکستان سے سکڑتے ہوئے قابل اجراء قدرتی ذرائع کے ذخائر کا انتظام حکومت کی کسی بھی دوسری سطح کے مقابلے میں صلاحیت کے ساتھ زیادہ موثر طریقے پر کرسکتی ہے۔

عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ قابل اجراء قدرتی ذرائع کا ہوشیاری سے استعمال کا سب سے زیادہ موثر و واحد ذریعہ مقامی سطح پر ذرائع کا انتظام ہے۔ پاکستان میں اس کی سچائی کا مظاہرہ ملک بھر میں مقامی سطح کی متنوع ترقی کی پیش قدمیوں سے ہوچکا ہے۔ لیکن یہ مثبت تجربہ پالیسی یا عمل میں عمومی طور پر نہیں ڈھل سکا ہے۔

ذرائع کا انتظامی اداروں کی جانب بیشتر مقامی برادریوں کی واضح بے حسی کے باعث قابل اجراء قدرتی ذرائع کا انتظام شدید دباؤ میں آگیا ہے۔ عدم دلچسپی کا یہ تاثر اس لئے بھی پیدا ہوا کہ حاکمیت کا کوئی طریقہ کار موجود نہیں ہے جو قابل اجراء قدرتی ذرائع کے مقامی انتظام کی اجازت دے۔ کیونکہ لوگ مقامی سطح پر منظم نہیں ہیں اس لئے مقامی مسائل کے اجتماعی تجزیہ اور ان کے حل کے لئے طریقہ کار نہیں ہے۔ اگرچہ کہ برادریوں میں ایسے افراد ہیں جو قابل اجراء قدرتی ذرائع کی کمی اور خرابی کے بارے میں پوری آگاہی رکھتے ہیں لیکن وہ بے اختیار ہونے کے باعث کچھ کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ انتظامی ادارہ یا اتھارٹی بنیادی طور پر دور بیٹھے ہوئے وفاقی و صوبائی اداروں کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ برسوں سے بے اختیار ہونے کی وجہ سے آج وہ اپنی موجودہ بے حسی کی صورتحال میں پہنچے ہیں۔ تقریباً ہر برادری میں بہت زیادہ قابل احترام اور متحرک افراد ہوتے ہیں جو قابل اجراء قدرتی ذرائع کے عقلمندانہ انتظام و مجموعی ترقی میں انتظامیہ کا حصہ اور ذرائع کے استعمال و تنازعات کے حل میں دلچسپی و لگن رکھتے ہیں۔ لیکن انہیں سرکاری طور پر پذیرائی نہیں ملتی اس لئے وہ اپنی برادریوں میں دوسروں کے رویوں پر دیرپا اثر قائم کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے۔ اختیارات کی تقسیم کا منصوبہ اس صورتحال کو بہتر بنانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

مقامی حاکمیت کو بااختیار بنانے کے اقدام کے تناظر میں قابل اجراء قدرتی ذرائع کے مقامی انتظام کے لئے قواعد و ضوابط پر اتفاق کے لئے مواقع موجود ہوں گے۔ دریاؤں کے طاس، ماہی گیری، درختوں اور جانوروں کے ذرائع کے انتظام کے عمل مختلف ہوسکتے ہیں لیکن بنیادی اصول کے ایک ہونے کی ضرورت ہے اور جنہیں ان کا انتظام کرنے کا اختیار دیا گیا ہے ان سب کو انہیں جاننے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔ حاکمیت کی ہر سطح اور تمام سطحوں کے درمیان انتظام کے لئے دائرہ اختیار کی واضح تعریف کی ضرورت ہے۔

یہ مضمون پانچ نازک و اہم قابل اجراء قدرتی ذرائع پانی، جنگلات، متنوع حیات، چراہ گاہیں اور قابل کاشت زمین اور انہیں موجودہ بحرانی صورتحال سے دوچار کرنے والی انتظامی حکومتوں پر بحث کرتا ہے۔ بحث و مباحثہ مقامی قابل اجراء قدرتی ذرائع کی پائیداری کو یقینی بنانے کے لئے مطلوبہ طریقہ

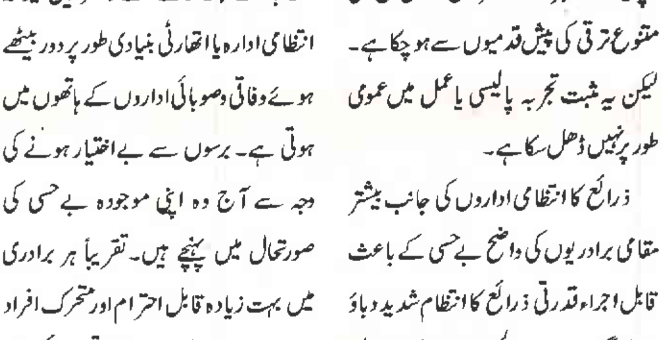

آبی وسائل کا انتظام

کار کو کس طرح مہیا کرے گا یا نہیں کرے گا۔

آخر میں مضمون نے پالیسی سازی کے لئے سفارشات پیش کیں جو قانونی اقدامات سے متعلق تھیں کیونکہ مقامی اجراء ذرائع کے انتظام کے کردار کو قانونی بنانے۔ حاکمیت کی دیگر تمام سطحوں کے جائزے کو یقینی بنانے اور مجوزہ انتظامی ڈھانچے کی نظرثانی کے لئے ان

> **پانی، جنگلات، حیاتیاتی تنوع چراگاہیں، قابل کاشت زمین، قدرتی وسائل اور پائیداری کے مختلف پہلوؤں پر بحث**

کی ضرورت پڑے گی۔

پالیسی سفارشات میں تفویض اختیارات کا مرحلہ وار نفاذ۔ ہر ایک ضلع کی ضروریات و حالات کے مطابق انتظامی ڈھانچے کی تراش وخراش، جامع تعلیمی و تربیت پروگراموں کا نفاذ اور مناسب مواد ونصاب کی تیاری، زمین کے استعمال جامع منصوبے کے ایک نظام کا نفاذ، جنگلات کے ذرائع کے انتظام میں رسمی و غیر رسمی اسٹیک ہولڈر (Stake Holder) کی شرکت کو رائج کرنا۔ منصوبہ عمل برائے قومی حیاتیاتی تنوع کا مقامی حاکمیت کے ڈھانچے کے ذریعے نفاذ جنگلاتی علاقوں کے انتظام کے لئے پالیسیوں کی تیاری اور پانی کے انتظام کے لئے ایک آزاد پالیسی کی تیاری شامل ہیں۔

قانونی اقدامات کی سفارشات میں قابل اجراء قدرتی ذرائع کے انتظام کے لئے رسمی و روایتی قوانین کا حصول اور انہیں قانون کے مطابق بنانا۔ ذرائع کے حق اور استعمال سے پیدا ہونے والے تنازعات کو حل کرنے والے مناسب مقامی طریقوں کی فراہمی۔ قابل اجراء قدرتی ذرائع کے مقامی انتظام کے لئے ایک آسان داخلی قانون کی تیاری شامل ہیں۔

انتظامی ڈھانچے کی سفارشات میں ماحول وقابل اجراء قدرتی ذرائع کا شعبہ ضلعی رابطہ آفیسر کو تفویض کرنا، رولز آف بزنس میں ترمیم، پبلک فنڈز کے استعمال کو باقاعدہ بنانا تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ مقامی حاکمیت کے اداروں کی ان تک رسائی اور استعمال کا اختیار رہو۔ سی سی بیز (CCBs) کے سرکاری حکم میں ترمیم کرنا تاکہ متصادم فرائض کو شامل کیا جاسکے اور دیہی وشہری تناظر میں ان کے مختلف اختلافی کرداروں کی نشاندہی کی جاسکے۔ ترسیل آب و حفظان صحت کے علیحدہ شعبے کی تخلیق۔ زمین کے حق اور ذرائع کے حقوق کے شفاف ریکارڈ کو قائم رکھنے کے لئے ریونیو ڈپارٹمنٹ کو سرکاری احکام جاری کرنا۔ قابل اجراء قدرتی ذرائع، جنگلات، آبپاشی ونکاس آب کے لئے علیحدہ ضلعی شعبوں کا قیام۔ جہاں ضرورت ہو قابل اجراء قدرتی ذرائع کے مقامی انتظام کو سہارا دینے کے لئے صوبائی پائیدار ترقیاتی فنڈز کے ضلعی ذیلی فنڈز کی تخلیق، یونین، تحصیل اور ضلعی سطحوں پر ماحولیاتی اور قابل اجراء قدرتی ذرائع کی انتظامی کمیٹیوں کی تشکیل، قابل اجراء قدرتی ذرائع کے انتظام و استعمال کی فیصلہ سازی میں غیر رسمی شہری معاشرے کی شرکت کے لئے گول میز یا دوسرے ڈھانچوں کی تخلیق اور حاکمیت کی ہر سطح پر قابل اجراء قدرتی ذرائع کے انتظام کے لئے حوالہ جاتی شرائط کی تیاری شامل ہیں۔

ہیلپ لائن ٹرسٹ

اچھی حاکمیت کو یقینی بنانے کے لئے متحد ہو جائیں

ہیلپ لائن ٹرسٹ ۱۹۹۴ء سے اچھی حاکمیت، قانون کی حکمرانی اور احتساب کی حمایت وتائید میں مصروف ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کراچی کے شہریوں کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کا واحد راستہ اچھی حاکمیت کا مطالبہ اور حمایت تھی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہم نے سرکاری اداروں میں رشوت ستانی اور اختیارات کے غلط استعمال، طاقت و اختیارات اور پبلک فنڈز کا ناجائز استعمال اور احتساب کے قیام وضابطہ اخلاق کی جانب حکومت وشہریوں کی توجہ مبذول کرانے کے لئے رسمی وغیر رسمی اقدامات اٹھائے۔

ہم نے تبدیلی کے لئے عوامی رائے، شہری اقدامات لابنگ، مذاکرات اور عدالتی اقدامات کو بطور ہتھیار متحرک کیا۔ ہم نے حکومت، سیاست اور معاشرے میں اہم حیثیت کے حامل افراد پر اثر ڈالنے اور ترغیب دینے کے لئے اپنی کوششوں واعمال کو شہریوں کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لئے متعین ومرتب کیا۔ ہم نے افراد، گروہوں اور اداروں سے مثبت امداد کا مطالبہ کیا۔

ہم نے شہری دھارے کے پروگراموں کے ذریعے نت نئے کام کئے جن میں عدالتی نظام کو تقویت دینے، ایک اسکول اپنایئے اور ٹریفک آرڈی نینس کے ذریعے ایک محفوظ اور بہتر کراچی کے پروگرام شامل ہیں۔ تمام پروگراموں کی خودمختار کمیٹیاں ہیں جو ہفتہ وار بازاروں، دواؤں اور اشیاء صارف، حقوق مریض وشہری اداروں وغیرہ کو مانیٹر کرتی ہیں۔ ہیلپ لائن ٹرسٹ نے عوامی مفادات کے مقدمے بھی دائر کئے ہیں۔ اپنا پیام پہنچانے کے لئے ہم نے اپنا نیوز لیٹر ''سٹیزن'' جاری کیا ہے جو مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔

ہم گٹکا اور ملاوٹ، جعلی و غیر معیاری اشیاء کے خلاف پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے ایک شعور وآگہی کی مہم چلانے کے خواہشمند ہیں۔ اگر آپ اس مہم میں شرکت کرنا چاہتے ہیں یا اس مہم کو اسپانسر کرنے کی خواہش رکھتے ہیں تو سی پی سی آفس سے رابطہ قائم کریں۔

فون نمبر 5381842 ہے۔

(دی ہیلپ لائن ٹرسٹ)

خراج تحسین

حوصلہ مندی

جو تاریخ کا حصہ بن گئی

"وہ کون ہے" ڈرامے کا مرکزی خیال بلڈرز مافیا کی سازشوں پر مبنی ہے

شہری نے کراچی شہر میں قواعد و ضوابط کے نفاذ اور تعمیر شدہ فطری ماحول کے تحفظ و بچاؤ کے لئے انتھک کوششیں کی ہیں اور اپنی اس مہم جوئی کے دوران اس نے بڑے حوصلے اور مستقل مزاجی کے ساتھ ہر قسم کی دھمکیوں و حملوں کا سامنا کیا بلڈرز مافیا، مذہبی جنونیوں اور ان جیسے عام لوگوں نے شہری کے عملے اور اراکین کی لگن، جوش و جذبے کو کمزور کرنے کی ناکام کوششیں کی ہیں۔

تین برس قبل خوف نے شہری کے دفتر کو نہایت تخریبی شکل میں اپنی گرفت میں لیا تھا۔ شہری کے بانی اراکین میں سے ایک اور رکن مجلس عاملہ نوید حسین پر شہری کے دفتر میں ایک قاتلانہ حملہ ہوا جس میں وہ شدید زخمی ہوئے تھے۔ خدا کے فضل و کرم اور ان کے لاتعداد مداحوں کی دعاؤں کی بدولت وہ اس حملے میں زندہ بچ گئے تاکہ اس شہر کے مقصد، اس کے ماحول اور اس کے لوگوں کے لئے دوبارہ جنگ لڑسکیں۔

ایک عظیم مقصد کے لئے ان کی بہادری اور ان کی لگن کو سراہنے کے لئے ایک پرائیویٹ پروڈکشن کمپنی ایورنیو انٹرٹیمنٹ نے شہر میں غیر قانونی تعمیرات اور بلڈرز مافیا کی سرگرمیوں کے پس منظر میں ایک ڈرامہ سیریل تیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ ڈرامے کا مرکزی کردار ایک ایماندار اور ماحولیاتی شعور کا حامل ایک آرکیٹیکٹ ہے جو نوید حسین کی شخصیت سے حوالے حاصل کرتا ہے۔

اس ڈرامہ سیریل کا نام ''وہ کون ہے'' ہے۔ اور آج کل ٹیلی ویژن پر دکھائی جارہی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ ایک دلچسپ سیریل ثابت ہوگی۔ اس کا مرکزی گیت ''وہ کون ہے جو دکھائی نہ دے'' اس کے نام کا ذمہ دار ہے۔ اس کو ذکیہ اکبر نے تحریر کیا ہے اور سلطانہ صدیقی نے پروڈیوس اور ڈائریکٹ کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے کہ اس کھیل کے بارے میں دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ شہر کو درپیش مسئلے سے متعلق ہے اور ایک ایسے مرکزی خیال پر مبنی ہے جس پر کسی نے پہلے لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ بہت سے سماجی ڈراموں میں جاگیردارانہ زندگی سے متعلق مسائل پیش کئے جاتے ہیں اور اگر وہ شہری مسائل کو چھوتے بھی ہیں تو عملاً ان کا مرکز عورتوں کے مسائل ہوتے ہیں۔ اس ڈرامے میں ایک ایسے مسئلے کو چھیڑنے اور ظاہر کرنے کی ہمت کی گئی ہے جو ایک بڑے شہر کے شدید مسائل میں سے ایک ہے یعنی ''بلڈرز مافیا کی سازشیں''۔

اس ڈرامے میں ارجمند رحیم، ذیشان سکندر، یاسر نواز، سونیا خان، غزل صدیقی، یاسمین اسمٰعیل، رضوانہ خان، فرح ندیم، خالد انعم اور ریحان شیخ جیسے اہل اور ماہر فنکار کام کر رہے ہیں۔ یہ کھیل ایک ایماندار ماہر تعمیرات کے گرد گھومتا ہے جو بلڈرز مافیا کے ہاتھوں نقصان اٹھاتا ہے۔ ابتدائی ایکشن آرکیٹیکٹ نوید حسین کے دفتر میں ہونے والے اصل خون خرابے سے نہ صرف متاثر ہے بلکہ گولی لگنے کا منظر اصل دفتر میں ہی فلمایا گیا ہے۔

ڈرامے کا مرکزی پلاٹ آرکیٹیکٹ (ذیشان سکندر) کے گرد گھومتا ہے۔ دوسرے کرداروں کی زندگی پر بعد میں روشنی ڈالی جاتی ہے اور کھیل کے مختلف پہلوؤں میں اضافہ کرتی ہیں۔ ارجمند نے گاؤں کی ایک سادہ سی لڑکی کا کردار ادا کیا ہے جس کی پرورش اس کی دادی نے کی تھی۔ جس کی موت کے بعد وہ ذیشان کے خاندان کی نگرانی میں آجاتی ہے۔ یاسر نواز بھی گاؤں کا نوجوان ہے اور ارجمند کی محبت میں گرفتار ہے لیکن وہ اس کی محبت کا جواب محبت سے نہیں دیتی چنانچہ ارجمند کے جانے کے بعد وہ روحانیت کی جانب مڑ جاتا ہے۔ ذیشان کا بڑا بھائی خالد انعم وکیل ہے، جو بلڈنگ مافیا کے لئے کام کرتا ہے۔ اس کی بہن سونیا خان کو ایک باعزت گھرانہ اپنا لیتا ہے۔ اس کی ماں یاسمین اسمٰعیل نے اسے ایدھی ہوم میں چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ اس کی جڑوں یعنی کوٹھے سے محفوظ رہ سکے۔ غزل ذیشان کی بنائی ہوئی ایک این جی او میں کام کرنے لگتی ہے اور اسی دوران اسے اپنے ماضی کا پتہ چلتا ہے۔

ایورنیو انٹرٹیمنٹ گروپ نے اپنے ملک کے ایک بہادر اور اپنے کام سے حد درجہ لگاؤ رکھنے والے ایکٹویسٹ کو ان کی زندگی میں خراج تحسین پیش کرنے کا قدم اٹھا کر بلاشبہ ایک بڑا کام کیا ہے۔ دوسری ابلاغی تنظیموں کو بھی اس کی تقلید کرنے کی ضرورت ہے۔

نوید حسین فنکاروں کے ساتھ

محنت کش بچوں کیلئے نوید

بلاول جوکھیو گوٹھ میں فری ہوم اسکول کا قیام

یونیورسٹی روڈ کے آخری سرے پر صفورا گوٹھ کے قریب اور بالمقابل ریس کورس پر واقع بلاول جوکھیو گوٹھ غربت اور زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محرومی کی منہ بولتی تصویر ہے۔ جہاں ان کے باشندگان بیروزگاری اور مفلسی کا شکار ہیں، بنیادی طبی سہولتیں میسر نہیں، تعلیم کا فقدان ہے۔ جہاں چھوٹے اور معصوم بچے اپنے بچپن ہی سے تلاش معاش میں لگ جاتے ہیں۔ جہاں غریب بچیاں گھروں میں کام کرتی ہیں اور لڑکے یا تو بکریاں چراتے ہیں یا چھولے بیچتے ہیں اوز یا پھر محنت مزدوری کر کے اپنے گھر والوں کی کفالت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے تعلیم ایک تصور ہے ایک خواب ہے۔ امید کی کرن پھوٹی جب ایسوسی ایشن آف میل سوشل ڈیولپمنٹ (اے ایم ایس ڈی) کی دعوت پر شہری کی نمائندہ مسز منصور، بلاول جوکھیو گوٹھ تشریف لائیں۔ علاقے کی صورتحال کو دیکھ کر، اور لوگوں سے بات چیت کر کے مسز منصور نے اس وقت اپنے عزم کا اظہار کیا کہ وہ اپنی پوری کوشش کریں گی کہ بلاول جوکھیو گوٹھ میں مزدور بچوں کے لئے ایک فری ہوم اسکول کے قیام کے لئے اپنی پوری کوشش بروئے کار لائیں گی۔

بالآخر ۲ اکتوبر ۲۰۰۰ء میں اے ایم ایس ڈی اور شہری کے تعاون سے بلاول جوکھیو گوٹھ میں ۵ تا ۱۲ سال کے محنت کش بچوں کے لئے فری ہوم اسکول اے ایم ایس ڈی کے فلاحی مرکز میں قیام عمل میں آیا۔ یہ علاقے کے غریب والدین اور مزدوری کرنے والے بچوں کے لئے بہت زیادہ خوش آئند بات تھی جس کا اظہار ان کے چہروں پر عیاں تھا۔ بلاامتیاز ۴۰ غریب اور مزدور بچوں کا داخلہ کیا جاچکا ہے۔ اس اسکول میں بچوں کو اخلاقی آداب، مذہبی تعلیم، تعلیم کی اہمیت، صحت و صفائی کی تعلیم و تربیت دی جاتی ہے اس کے علاوہ اردو قاعدہ، اسلامیات، گنتی، چارٹس کی مدد سے چیزوں کی پہچان کرائی جاتی ہے، مثلاً پھل، پھول، سبزیاں اور جسمانی اعضاء وغیرہ۔

فری ہوم اسکول کے بچوں کو کتابیں کاپیاں پینسل و دیگر اسٹیشنری مفت دی جاتی ہیں۔ لیکن اخراجات اتنے زیادہ ہیں کہ تن تنہا اے ایم ایس ڈی اس کو پورا نہیں کرسکتی ہے۔ مثلاً فرنیچر، کتابیں، کاپیاں، پینسلیں و دیگر اسٹیشنری، اساتذہ کی تنخواہ، آیا کی تنخواہ، بجلی و پانی کا بل، بلڈنگ کرایہ، سینٹری ورک، بچوں کی یونیفارم وغیرہ۔ اس کے لئے مخیر حضرات سے اس روشنی کی کرن کو مستقل قائم رکھنے کے لئے پرزور مدد کی ہمدردانہ اپیل کی جاتی ہے کہ مخیر حضرات آگے بڑھیں اور اس کار خیر میں بھرپور حصہ لیں۔ چھوٹی سی مدد سے غریب اور بے سہارا بچے اور بچیوں کا مستقبل روشن ہوسکتا ہے، جو کہ ایک تعلیم یافتہ اور مہذب معاشرے کے قیام میں سنگ میل ثابت ہوسکتا ہے۔

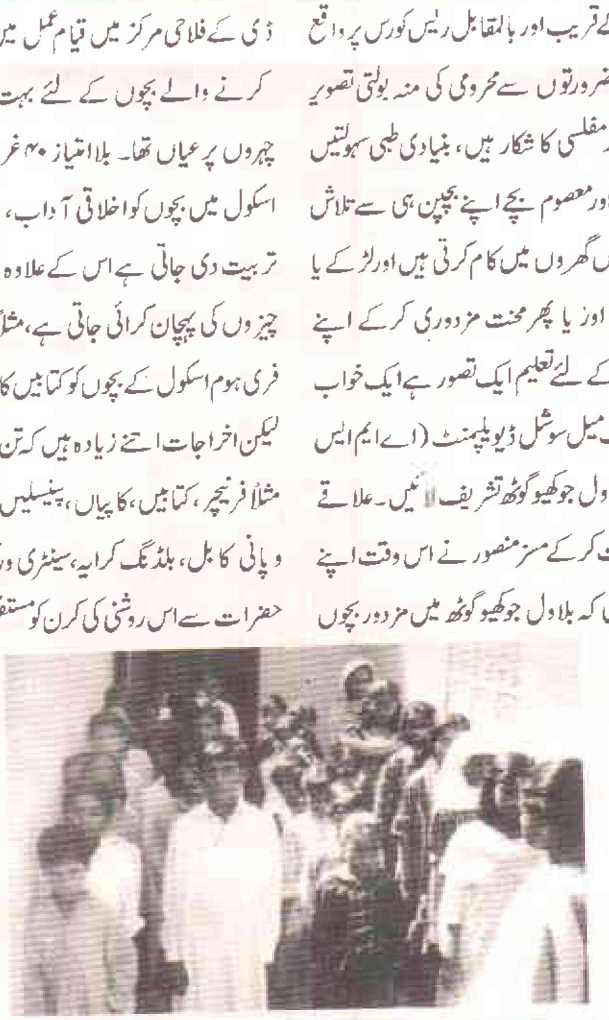

صنعت ماہی گیری

ماحول اور روزگار کے خدشات

نئی وفاقی پالیسی ماہی گیروں کے روزگار کے منصفانہ فروغ اور بحری ماحول کے تحفظ کے برعکس ہے، اور ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتی ہے

نواز شریف حکومت سے باگ ڈور لینے کے بعد وفاقی وزارت زراعت نے حال ہی میں گہرے سمندر میں ماہی گیری کی ایک غیر محتاط پالیسی تجویز کی ہے نئی پالیسی آبی ذرائع کے بھرپور استعمال کے ذریعے برآمدات کو بڑھانے کے لئے مخصوص معاشی زون تک آزادانہ بین الاقوامی رسائی فراہم کر کے صنعت ماہی گیری کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ روایتی اور صوبائی دائرہ اختیار کے تحت سمندر میں ۱۲ میل تک کا علاقہ جو سندھی اور بلوچی ماہی گیروں کے لئے مخصوص تھا وہ اب پروسیسنگ سہولتوں کے لئے غیر ملکی سرمایہ کاروں کو صنعت ماہی گیری کے لئے آزادانہ طور پر دستیاب ہوگا۔

نئی وفاقی پالیسی ماہی گیروں کے منصفانہ روزگار کے فروغ اور آبی ماحولیات کے تحفظ کے بالکل متضاد ہے اور گہرے سمندر میں ماہی گیری کی مجوزہ پالیسی، وفاقی و صوبائی قوانین کی خلاف ورزی کرتی ہے۔ تحفظ اور حیاتیاتی تنوع کے لئے قومی اور بین الاقوامی معاہدوں کی نفی کرتی ہے اور صوبائی خودمختاری کے حقیقی دعویٰ کا احترام نہیں کرتی کیونکہ ان کے آئینی اختیارات میں قدرتی ذرائع پر ان کا حق تسلیم کیا گیا ہے۔ اسی نوعیت کے ناقص منصوبہ بندی کے باعث فوجی حکمرانوں کی نئی پالیسی ماضی کی حکومتوں کی بازگشت ہے۔

پرانی و نئی پالیسی

اقوام متحدہ کے کنونشن برائے سمندروں کے قانون میں مخصوص معاشی زون یا علاقوں کی تعریف کی گئی ہے۔ اس کے بعد وفاقی حکومت نے گہرے سمندر میں ماہی گیری کی پالیسی مرتب کی تاکہ غیر ملکی ماہی گیر بحری کشتیوں کو باقاعدہ بنایا جا سکے۔ ۱۹۸۲ء کی پہلی پالیسی کے تحت مخصوص معاشی زون (EEZ) میں مشترکہ کام کی اجازت دی گئی تھی۔ ۱۹۸۹ء کے بعد پالیسی نے صرف پاکستانی جھنڈے والی کشتیوں کو اجازت دی۔ لیکن صنعت ماہی گیری ہمیشہ غیر ملکی آپریشنوں کے بہروپ میں رہی۔

مقامی دباؤ کے تحت ۱۹۹۵ء میں وفاقی

دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے گاد کے اٹ جانے کی وجہ سے مچھلیوں کی افزائش نسل کے لئے ماحولیاتی نظام تباہ ہوا ہے

پالیسی نے ''ای ای زیڈ'' کے قریبی پانیوں کو مقامی ''چھوٹے ماہی گیروں'' کے لئے مخصوص کر دیا اور ''صنعتی'' ماہی گیری کو ساحل سے ۳۵ میل کے بعد پابند کیا۔ پالیسی نے زیادہ سے زیادہ صنعتی ماہی گیری کے لائسنسوں کے ساتھ ساتھ ایک جہاز کے ایک سفر کے زیادہ سے زیادہ دورانیہ کے بارے میں غور و خوض کیا۔ صنعتی ماہی گیری کے لائسنس مشترکہ کاموں تک محدود کر دیئے گئے استثناء کے طور پر ایک غیر ملکی فرم کو لائسنس دیا گیا جس نے ساحل پر بنیادی سہولتوں کے قیام پر بڑی سرمایہ کاری کی ہے۔

گہرے سمندر میں ماہی گیری کی نظرثانی شدہ پالیسی شریف حکومت کی پالیسی کا تسلسل

ہے اس پالیسی میں چھوٹے پیمانے کے ماہی گیر اپنا مخصوص علاقہ کھو بیٹھیں گے تاکہ صنعت ماہی گیری کو "ای ای زیڈ" کے ۱۲ سے ۲۰۰ میل کے کل علاقے میں رسائی دی جاسکے۔ زیادہ سے زیادہ لائسنسوں کی تعداد بھی تقریباً دگنی یعنی ۷۰ سے ۱۲۰ صنعتی کشتیاں ہوں گی۔ پروسیسنگ کی سہولتوں میں بڑے سرمایہ کاروں سے پورے ساحلی پانیوں تک رسائی کا وعدہ کیا گیا۔ مقامی تجارتی مفادات کو رشوت دینے کے لئے پالیسی نے چھوٹے ماہی گیروں سے ان کی کشتیوں و جہازوں کو گہرے سمندر میں ماہی گیری کے لئے جدید بنانے کے لئے خصوصی معاونت کا وعدہ کیا۔

تباہ و برباد ماھی گیری روبہ تنزل روزگار

مقامی طور پر ضرورت سے زیادہ ماہی گیری کے ساتھ ساتھ گہرے سمندر میں ماہی گیری کی پالیسی مچھلیاں پکڑنے میں تیز رفتار لیکن ناپائیدار اضافے کا باعث بنی ہے۔ بہت برسوں سے اب تک مچھلیوں و جھینگوں کو مقامی و غیر ملکی جہازوں و کشتیوں نے مکمل طور پر شکار کیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آبی ذخیرے کو برقرار رکھنے کی مطلوبہ سطح سے زیادہ ہے۔

ایف اے او نے ۱۹۸۰ء کے عشرے کی ابتداء میں آخری ذخیرے اور پائیدار شکار کا اندازہ لگایا تھا۔ "عالمی ماہی گیری کے ذرائع کی صورتحال" کے حالیہ ریویو میں ایف اے او نے بتایا ہے کہ مغربی بحیرہ ہند کی تمام اقسام سے مکمل طور پر استفادہ کیا جاچکا ہے یا ان کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات دستیاب نہیں ہیں۔ جن کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کیا جاسکے۔ گزشتہ دو عشروں میں کم سے کم بیان کردہ سرکاری اندازوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مکمل آبی شکار میں حد درجہ اضافہ ہوا ہے۔ لیکن

صنعتی کشتیوں اور جہازوں سے مچھلیاں پکڑنے کی سطح نے مچھلیوں کے ذخیرے کو بہت زیادہ کم اور گھٹا دیا ہے کیونکہ صنعتی کشتیاں ممنوعہ ساحلی علاقوں کے اندر تک آکر مچھلیاں پکڑتی ہیں

متنوع اقسام کے شکار میں تیزی سے کمی واقع ہوئی ہے جو ضرورت سے زیادہ مچھلی کے شکار کو ظاہر کرتا ہے۔ نیز ذخیرے اور زیادہ سے زیادہ پائیدار پیداوار میں کمی واقع ہوئی ہے۔ زرعی آبپاشی کے لئے بندوں اور بیراجوں کے باعث تازہ پانی میں مسلسل کمی ہوئی ہے اور دریائے سندھ کے ڈیلٹا کے گاد سے اٹ جانے کی وجہ سے مچھلیوں کی افزائش نسل کے لئے ماحولیاتی نظام تباہ ہوا ہے۔ گھریلو، صنعتی اور زرعی آلودہ پانی اور زہریلے مادوں کے اخراج کے باعث آبی آلودگی میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے جس نے ذخیرے کی تعداد و معیار دونوں پر مضر اثرات مرتب کئے ہیں۔ افزائش نسل کے زمانے میں مچھلی کے شکار پر موثر پابندی کی غیر موجودگی اور شکار کے تباہ کن آلات مثلاً چھوٹے خانے والے جالوں نے بھی آبی حیات کو مسلسل تباہ و برباد کیا ہے۔

متذکرہ وجوہات کے تحت ہم خود یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں ذخائر کے دیئے گئے خوش کن اندازوں سے بھی زیادہ شکار کیا گیا جو پائیدار سطح سے بھی بڑھ کر ہے۔ لیکن پھر شکار کی مسلسل زیادتی بذات خود آج کے ذخائر کو کم کر رہی ہے۔

ہمارے ماہی گیر صنعت ماہی گیری سے بری طرح متاثر ہوئے ہیں جب ایسی کشتیاں ممنوع علاقوں سے دور ہوتی ہیں تب بھی صنعتی کشتیاں و جہاز ان مچھلیوں کا بہت زیادہ شکار کرتے ہیں۔ جو قریبی اور دور کے پانیوں کے درمیان آگے اور پیچھے کی جانب تیرتی ہیں۔ ماہی گیر اعلیٰ درجے کی برآمدی مچھلی کا شکار کم ہی کر پاتے ہیں۔ شکار اور صنعتی جہاز و کشتیاں مقامی ماہی گیروں کو اعلیٰ قسم کی مچھلیوں سے محروم کردیتے ہیں۔ اس طرح وہ مقامی مارکیٹ اور اعلیٰ معاوضے سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ ممنوعہ علاقے میں غیر ملکی جہازوں کا چپکے سے داخل ہونا بھی ایک دائمی مسئلہ ہے۔ اب تو وہ نہایت ڈھٹائی سے آتے ہیں۔ مقامی ماہی گیروں کی آسان رسائی میں تمام ہی اقسام ہیں لیکن یہ چور جہاز براہ مقابلہ کرنے والے ہیں اور مقامی ماہی گیروں سے ان کا شکار ہتھیا لیتے ہیں۔ مزید برآں صنعتی جہازوں کی یہ تاریخ رہی ہے کہ وہ ماہی گیروں کی کشتیوں و جالوں کو تباہ و برباد کردیتے ہیں اور ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ وہ یہ نقصان تسلیم کرلیں چہ جائیکہ وہ اس کا مناسب معاوضہ ادا کریں۔

اپنے روایتی علاقوں میں روزگار تک آسان رسائی کی محرومی نے سندھ کے مچھیروں کو دور دراز کے پانیوں میں مچھلیاں پکڑنے پر مجبور کیا ہے جب کبھی انہیں بھارت کی سرحدی ایجنسیوں سے سامنا ہو جاتا ہے تو انہیں طویل قید و بند، کشتیوں کے نقصان اور کبھی موت کے شدید خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ گھر کے قریب بلوچستان کی ایجنسیاں بلا لائسنس سندھی کشتیاں باقاعدگی سے پکڑ لیتی ہیں۔ کیونکہ ان کا اپنا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اس لئے وہ دوسرے صوبے کے پانیوں میں مچھلیاں پکڑنے کے لئے داخل ہو جاتے ہیں۔

غیرملکی دھوکہ دھی

ماہی گیری کے شعبے میں غیر ملکی سرمایہ کاری کے لئے اسلام آباد کی پیشکش سے دھوکہ دہی متوقع ہے۔ کیونکہ نوبز اینڈ کمپنی کے ساتھ تجربہ ایک اشارہ ہے۔ ۱۹۹۸ء میں وفاقی بورڈ برائے سرمایہ کاری (BOI) نے ایک مفاہمت کی یادداشت پر دستخط کئے جس میں بوربز نے گوادر کی بندرگاہ کو ترقی دینے، مچھلیاں پکڑنے کے لئے سو جدید کشتیوں پر مشتمل ایک بیڑے کی تشکیل اور مچھلیوں کی پروسیسنگ کے لئے بلوچستان میں کمپلیکسوں کے قیام کے لئے تین برسوں میں ۴۵۰ ملین ڈالر کی سرمایہ کاری کا وعدہ کیا تھا۔ نوبز کی کشتیوں کو تمام ای ای زیڈ میں مچھلیاں پکڑنے کی اجارہ داری حاصل تھی۔ مثلاً سندھ اور بلوچستان دونوں کے ساحل سے ۲۰ میل تک وہ مچھلیاں پکڑ سکتی ہے۔ اب پتہ چلا ہے کہ حکومت سندھ نے اس فریب کی مخالفت کی تھی۔ مقامی ماہی گیروں کے حقوق کے بارے میں زیادہ حساس ہونے کے باعث حکومت بلوچستان نے بہت زیادہ منفی ردعمل کا اظہار کیا تھا۔

نوبز نے کبھی بھی ایک جامع ماحولیاتی

اثرات کا تجزیہ مہیا نہیں کیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ڈبلیو ڈبلیو ایف یو کے نے شدید قسم کے تحفظات کا اظہار کیا تھا۔ ایف اے او میں پاکستان کے نمائندے نے معاملے سے لاعلمی کے باوجود معاہدے کا دفاع خوب مستعدی سے کیا۔ بی او آئی کو آخر کار اس وقت معاہدے کو منسوخ کرنا پڑا جب فوربز نے معاہدے سے انحراف کیا۔

پالیسی اصلاحات

تمام دستیاب شواہد یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مقامی اور صنعتی کشتیوں و جہازوں سے مچھلیاں پکڑنے کی سطح نے مچھلیوں کے ذخیرے کو بہت زیادہ کم اور گھٹا دیا ہے اس پر طرہ یہ کہ صنعتی کشتیوں سے ہونے والے ناجائز شکار کی رسوائے زمانہ تاریخ ہے جو ساحلی علاقوں میں اندر تک آ کر مچھلیاں پکڑتے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ماہی گیری کی صنعتی کشتیوں کے آپریشن پر مکمل پابندی عائد کی جائے چاہے وہ کسی بھی ملک سے تعلق رکھتی ہوں۔ تحفظ ماحولیات پاکستان ایکٹ ۱۹۹۷ء ایک مکمل پابندی کے لئے اس وقت مناسب قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جب تک جامع آبی سروے کسی دیگر معاملے کا اظہار نہ کرے گہرے سمندر میں مچھلیاں پکڑنے پر ماہی گیری کے علاقوں کے حقوق (ماہی گیری کے قواعد و ضوابط) ایکٹ ۱۹۷۵ء اور علاقائی پانیوں و میری ٹائم زونز ایکٹ ۱۹۹۷ء کے تحت بھی مکمل پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

پابندی کے عائد ہونے تک وفاقی قوانین کو وفاقی لائسنس یافتہ کشتی پر نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں علاقائی پانیوں (پہلے بارہ میل) میں ماہی گیری ممنوع۔ ۳۵ میل سے کم علاقے میں کسی بھی قسم کی ماہی گیری پر پابندی اور صنعتی کشتی کے ذریعے کہیں بھی جھینگے پکڑنے پر پابندی شامل ہے۔ یہ تمام پابندیاں ای ایف زون (ماہی گیری کے قواعد) رولز ۱۹۹۰ء کا پہلے ہی سے حصہ ہیں۔

نظرثانی شدہ گہرے سمندر میں ماہی گیری کی پالیسی کو شریف کیبنٹ نے رسمی طور پر منظور نہیں کیا تھا۔ سینٹ یا مشترکہ مفادات کی کونسل نے کسی پالیسی کی منظوری نہیں دی اور نہ کسی صوبائی اسمبلی نے اس کی توثیق کی ہے۔

، موجودہ فوجی حکومت نے حاکمیت کے لئے نئی سمتیں و جہتیں قائم کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک ناکام رہیں گی جب یہ من مانے طریقے پر گہرے سمندر میں ماہی گیری کی ایسی پالیسی کو نافذ کرے گی جو آبی ماحولیات اور سندھ و بلوچستان میں مقامی ماہی گیروں کے روزگار دونوں کے لئے خطرات بڑھائے گی۔

شہری گروہ کیرتھر منصوبے میں قانون کی حکمرانی کا مطالبہ کرتے ہیں

کراچی میں ۲۱-۲۲ جنوری ۲۰۰۰ء کو منعقد ہونے والی عوامی مشاورتی ورکشاپ میں مجوزہ کیرتھر بیس لائن اسٹڈی (KBS) کے لئے حوالہ جاتی شرائط کے بارے میں بحث کی گئی۔ بیس لائن مطالعہ کرنے کا فیصلہ ایک حوصلہ افزا اور بارآور عوامی مشاورتی عمل کا نتیجہ تھا۔ جس نے مسئلہ کے قانونی اور بامعنی نتیجے کی امیدیں روشن کیں۔ مندرجہ مسائل پر اتفاق رائے پایا گیا۔

- کیرتھر نیشنل پارک میں تیل/تیل کی تلاش کے مجوزہ منصوبے کے لئے ماحولیاتی اثرات کے جائزہ (EIA) پر کوئی فیصلہ اور سفارش کے بی ایس کے مکمل نتائج کے جاری ہونے اور تمام متعلقہ اداروں کے غور وخوض کے بعد ہی کیا جا سکتا ہے۔
- کے بی ایس کے شفاف پن اور پختگی کو یقینی بنانے کے لئے ایک پروجیکٹ اسٹیئرنگ کمیٹی (PSC) اور ایک ٹیکنیکل مشاورتی گروپ (TAG) بنانے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ پی ایس سی میں تمام متعلقہ افراد شریک ہوئے اور جو منصوبے کے لوگوں کو منظور کرنے سے لے کر فنڈز کی منظوری اور انہیں جاری کرنے تک تمام متعلقہ سرگرمیوں کو مانیٹر کرتی اور قانونی شکل دیتی۔
- کے بی ایس کے نتائج باقاعدہ وقفوں میں عوام کے سامنے رکھے جاتے اور ان پر بحث و مباحثہ ہوتا کیونکہ اس مطالعے کی حیثیت ایک عوامی دستاویز کی ہوتی۔

حوالہ جاتی شرائط کی ورکشاپ سے اب تک تمام مندرجہ بالا ذمہ داریوں اور وعدوں کی نفی کی گئی ہے۔ موجودہ صوبائی قانون کی مکمل خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک ای آئی اے کا آغاز کیا گیا جو منصوبے سے متعلق خصوصی سرگرمی ہے (موضوعاتی منصوبہ سندھ جنگلی حیات تحفظ آرڈی نینس ۱۹۷۲ء۔ دفعہ ۱۵۔ سندھ جنگلی حیات ترمیمی ایکٹ ۱۹۹۳ء اور حکومت سندھ کے نوٹیفکیشن ۱۹۹۷ء کے تحت ممنوع قرار دیا جاچکا ہے) پی ایس سی اور ٹی اے جی تشکیل نہیں دیئے گئے کے بی ایس کی آخری دستاویز متعلقہ گروپوں کے درمیان تقسیم نہیں کی گئی اور کے بی ایس کے ابتدائی نتائج عوام کے سامنے نہیں لائے گئے۔

ہم زیر دستخطی منصوبے کے اہلکاروں کے ان اعمال کے خلاف شدید احتجاج کرتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ:

- کے بی ایس کے ابتدائی نتائج عوام کے سامنے لائے جائیں جواب تک سندھ شعبہ جنگلی حیات کو دیئے گئے ہیں (جس کی دیانتداری ہر قسم کے مجوزہ چیک اینڈ بیلنس کی غیر موجودگی میں شدید طور پر مشکوک ہے)
- حقیقی نمائندہ پی ایس سی کا اجلاس بلایا جائے جو فوری طور پر کے بی ایس کے تمام مالی، تیکنیکی اور انتظامی پہلوؤں کا جائزہ لے۔
- ای آئی اے کے عمل کو فوری طور پر روکا جائے (جو ایک غیر قانونی عمل ہے)
- کیرتھر پر شہری کمیٹی نے توثیق کی۔
- ورلڈ وائیڈ فنڈ فار نیچر۔ پاکستان
- پائیدار ترقی پالیسی ادارہ (SDPI)
- سنگی ڈیولپمنٹ
- شہری برائے بہتر ماحول
- شرکت گاہ
- کریڈ الائینس
- پائیلر
- کراچی ایڈمنسٹریشن ویمن ویلفیئر سوسائٹی (KAWWS)
- فشر فوک فورم

این جی اوز کی مخالفت میں شدت کیوں!

این جی اوز نے تمام انسانی مسائل پر عوام دوست نقطہ نظر پیش کیا

کچھ عرصے سے ملک کے قدامت پسند حلقوں اور متشدد مذہبی گروہوں کی طرف سے این جی اوز کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بات اب صرف تنقید تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ نوبت دھمکیوں اور حملوں تک جا پہنچی ہے۔ صوبہ سرحد میں مولوی حضرات نے فتوے جاری کئے ہیں کہ ''این جی اوز میں کام کرنے والی خواتین کو زبردستی اٹھا لیا جائے اور جو مسلمان ایسا کرے گا مغویہ خاتون اس کے لئے حلال تصور ہوگی''۔

این جی اوز کی مخالفت میں اتنی شدت کیوں آئی ہے؟

این جی اوز کے خلاف مہم نواز شریف حکومت کے دور میں شروع ہوئی اور خود حکومت اس میں پیش پیش تھی۔ اس مہم میں ان این جی اوز کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا جو انسانی حقوق، حقوق نسواں، چائلڈ لیبر اور بچوں کے خلاف جنسی جرائم اور سماج کے محروم اور پسماندہ طبقات کی بہبود، تنظیم، تعلیم اور اقتصادی بحالی کے لئے مصروف کار تھیں اور امن، ترقی، خوشحالی، جمہوریت، انسان دوستی، روشن خیالی، خواتین اور انسانی حقوق کے بارے میں جو خیالات و نظریات رکھتی تھی وہ حکومتی فکری ڈھانچوں میں مکمل طور پر فٹ نہیں بیٹھتے تھے بلکہ اکثر معنوں میں متضاد تھے۔

مخالفت کا دوسرا محاذ رجعت پسند مذہبی حلقوں، جن میں مسلح اور غیر مسلح دونوں قسم کے گروہ شامل ہیں، نے کھول رکھا ہے۔ باوجود اس حقیقت کے۔

غیرملکی امداد

یہ تمام مذہبی گروہ خود بھی این جی اوز چلاتے ہیں اور غیر ملکی امداد بھی قبول کرتے ہیں بلکہ ان کے اکثر مدرسے اور مذہبی مراکز کی بقاء کا دارومدار غیر ملکی امداد پر ہے جس کا کوئی باقاعدہ حساب کتاب بھی نہیں رکھا جاتا۔

امداد دینے والے ملک کا نام اور دی گئی رقم کی تفصیلات کو عوام اور حکومت سے خفیہ رکھا جاتا ہے باقاعدہ آڈٹ کروانا تو بہت دور کی بات ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت نے اس طرف سے باقاعدہ آنکھیں کیوں بند کر رکھی ہیں۔ ان کو کیوں کھلی چھٹی دی گئی ہے جبکہ قانونی اور اخلاقی طور پر یہ مذہبی قوتیں اور ادارے اس امر کے پابند ہیں کہ وہ اپنے ذرائع آمدن اور اخراجات کی پوری تفصیل ریاستی اداروں کو فراہم کریں تاکہ اگر وہ ٹیکس نیٹ میں آنے کے قابل ہوں تو ان کو ٹیکس نیٹ میں لایا جاسکے۔

ایک انتہائی اہم اور قابل توجہ مسئلہ ان مذہبی عناصر کی طرف سے چلائے جانے والے مدرسوں میں دی جانے والی تعلیم اور دیگر سرگرمیوں کا ہے۔ ان مدرسوں کا نصاب تعلیم ۲۱ویں صدی کے جدید تقاضوں کے بالکل برعکس ہے۔ ان اداروں اور مذہبی تعلیم کے نام پر قائم کئے گئے مدرسوں میں نابالغ بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کی داستانیں بھی منظر عام پر آئی ہیں۔ یہ مدرسے نفرت، تنگ نظری اور فرقہ پرستی کی تعلیم و ترویج کا گڑھ ہیں۔ ایک مکتبہ فکر کا مدرسہ دوسرے مکتبہ فکر کے خلاف کفر کی فتویٰ سازی کے لئے ٹکسال کا کام دیتا ہے۔

ان اداروں اور مدرسوں سے تربیت حاصل کرنے والے نوجوان ساری دنیا میں ایسی کارروائیوں کا موجب بن رہے ہیں۔ جن سے ہمارے ملک کا مجموعی تاثر ایک امن پسند اور ترقی پسند جمہوری ملک کے بالکل برعکس بنتا جا رہا ہے۔ بارہا مختلف حکومتوں کی جانب سے کوششیں کی گئیں ہیں کہ ان مدرسوں کے اساتذہ اور نصاب کے بارے میں کوئی جدید معیار قائم کیا جائے لیکن صورتحال جوں کی توں ہے۔ ان قدامت پسند اور بنیاد پرست مذہبی حلقوں کو اپنے ملک میں نہ تو غربت نظر آتی ہے نہ جہالت۔ جبکہ اپنے ملک کے عام آدمی سے اتنی بیزاری تعجب خیز اور باعث ندامت ہونی چاہئے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مذہبی گروہ جو خود اپنی این جی اوز چلاتے ہیں، این جی اوز کے خلاف کیوں ہیں؟ ان کے خلاف کیوں اتنا شور مچا رہے ہیں۔ یہ تمام مذہبی عناصر اور گروہ ایسی تمام این جی اوز کے خلاف ہیں جو:

- ایک انسان دوست بین الاقوامی کلچر پروان چڑھانے کے لئے مصروف عمل ہیں۔
- انسان کو زمانے کے مطابق اور اس کی سوچ کو مستقبل کے تقاضوں کے مطابق ہم آہنگ کرنے کے لئے

> **این جی اوز ایسی جدید جمہوریت کی تعلیم و ترویج کے لئے کام کر رہی ہیں جہاں عوام اقتدار کے خود مالک ہوں**